درسِ قرآن

مولانا عبدالمعید سلفی استاد جامعہ سلفیہ بنارس

معیارِ حق

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ (بقرہ)

(یقیناً اللہ شرماتا نہیں کہ کوئی تمثیل بیان کرے، خواہ وہ مچھر ہو یا اس سے کوئی برتر چیز، وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ تمثیل حق ہے ان کے رب کی جانب سے ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں وہ کہنے لگتے ہیں۔ اس تمثیل سے اللہ کا مقصد کیا ہے؟ اللہ اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اس سے صرف فاسق قوم کو گمراہ کرتا ہے)

ان دو آیتوں میں مسلمانوں اور کافروں کے کردار کا موازنہ کیا گیا ہے۔ موازنہ کے بعد دونوں کے کردار کے لازمی نتائج کو بتلایا گیا ہے۔

حق کو تسلیم کرنے میں اصحاب ایمان پس و پیش نہیں کرتے اور ہدایت یاب ہو جاتے ہیں۔ کفر و طغیان اور سرکشی کا رویہ اختیار کرنے والے حق سے اعراض کی مختلف راہیں ڈھونڈھ لیتے ہیں اور ضلالت و گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔

قرآن نے حق و صداقت کی وضاحت کے لئے متعدد مقامات پر مکھی، مکڑی ...... کی مثال دے کر انسانوں کو ان کی حقیقت سمجھایا ہے۔ کفار کو اعتراض تھا کہ اللہ نے ایسی حقیر چیزوں کی تمثیل کیوں دی اس سے اس کی کیا مراد ہے؟ رب پاک اور ایسی حقیر چیزوں کی تمثیل کچھ مناسب نہیں۔ اس نکتہ آفرینی سے وہ حق کو قبول کرنے سے باز رہے لیکن ان کے برعکس اصحاب ایمان نے یہ کیا کہ ان چیزوں سے جن حقائق کی وضاحت مقصود ہوتی ہے اس کا ادراک کر لیا اور اس سے ان کے اندر اتباع حق کی مزید کرنیں پھوٹ پڑیں۔ ان کی فکر و نظر میں کفار کے اعتراضات نہیں کھٹکے۔ انہیں اس کا یقین کامل تھا کہ ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ کی مخلوق ہے اور ہر ایک میں اس کی قدرت کی کرشمہ سازی کارفرما ہے، کسی بھی چیز سے وہ حقائق کی وضاحت کر سکتا ہے۔

یہ دو کردار اپنا الگ الگ میدانِ فکر و عمل رکھتے ہیں اور اسی کے مطابق انہیں ہدایت و ضلالت کی راہ ملتی ہے۔ حق پسندی کا جذبہ انسان کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے، اس کو بصیرت اور نورِ حق عطا ہوتا ہے لیکن جب انسان حق سے فرار کی راہ اختیار کرنے کے لئے تنکے کا سہارا بھی لے لیتا ہے تو وہی چیز جو ایک حق جو کے لئے وجہ ہدایت بن جاتی ہے، متعرض حق کے لئے ضلالت و گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان کی عقل کیسی بودی ہوتی ہے اور راہ حق میں کیا کچھ سہارا دے سکتی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حق کا کردار جس چیز کو وجہ ہدایت مانتا ہے باطل کا کردار اسے سامانِ ضلالت بنا لیتا ہے۔ دین کے سلسلے میں عقل کی زور آوری اور مستی اسی وقت کام دے سکتی ہے جب وہ دائرۂ دین میں رہ کر کام کرے۔ اگر عقل انسانی جاہلی عقل بن جائے تو پھر اس سے دبستانِ فکر و عمل میں کانٹے ہی اُگ سکتے ہیں۔

ربِّ پاک حق کے بیان میں کوئی بھی اسلوب اور طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔ اسے اس کام میں کسی بھی طریقہ کے اختیار کرنے میں عار نہیں ہوتا۔ اس کے پاس انسان کے بنائے ہوئے انسانی پیمانے نہیں ہیں جن پر کسی کے حسن و قباحت کا فیصلہ کرے اس کا اپنا معیارِ حق اور حق کا پیمانہ ہے جو

(باقی صٓ ۱۹ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدرِ مملکت کا انتخابی اعلان

صدرِ مملکت محترم جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۲ مارچ کو پشاور کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے انتخابی اعلان کی وضاحت کی۔ انہوں نے واشگاف الفاظ میں اپنے تیرہ نکات بیان کئے جن کی تفصیل اخباری اطلاع کے مطابق اس طرح ہے۔

۱۔ آئندہ انتخابات شریعتِ اسلامی کے عین مطابق ہوں گے۔

۲۔ دستوری اور آئینی طور پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کی جائے گی۔

۳۔ بشمول انتظامیہ سربراہ مملکت اور منتخب افراد صرف اللہ اور اس کے رسول اکرمؐ کے اہلکار ہوں گے۔

- آئین کے تمام تر فکری تضادات ختم کر دیئے جائیں گے اسلام ہمارا دین، اسلام ہی ہماری سیاست، اسلام ہی ہماری معیشت اور اسلام ہی پاکستان کا ضابطہ حیات ہے۔

۵۔ پاکستان میں صحیح معنوں میں اسلامی مساوات قائم ہو گی۔

۶۔ ہر شہری مقدم، محترم اور عزت کا حقدار ہو گا۔ اور نظامِ حکومت میں ہر شخص بلحاظ عہدہ نہیں بلکہ اہلیت کی بنا پر محترم ہو گا۔

۷۔ اللہ تعالےٰ کی سیاسی اور اخلاقی حدود کو پھلانگنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ کوئی چور، ڈاکو، سمگلر، رسہ گیر صاحب الرائے نہیں ہو سکے گا۔

۸۔ معاشرے کو ہمیشہ کے لئے سیاسی اجارہ داروں کے پنجے سے آزاد کر دیا جائے گا۔

۹۔ طریق انتخاب جمہوری ہو گا اور اسلامی اقدار کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

۱۰۔ انتخابی قوانین میں تبدیلیاں کی جائیں گی۔ انتخابات کے لئے ایسے تمام افراد یعنی چور، ڈاکو، رسہ گیر وغیرہ کو انتباہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں ورنہ بعد میں شکوہ نہ کریں۔

۱۱۔ سیاسی قیادت شریف اور دانشور طبقہ کو دی جائے گی۔ جو اب تک اس سے محروم رہا ہے۔

۱۲۔ کنفیڈریشن، خود مختاری یا خاندانی اقتدار کے لئے اپنی خواہش پوری کرنے والے جان لیں کہ اب اس قسم کی منفی سیاست کی اجازت نہیں ہو گی۔

۱۳۔ اللہ کی راہ میں جہاد معاشرے میں بلند مقام رکھتا ہے۔ بدمعاشی اور بدکاری ختم کرنے کے لئے اس قسم کا جہاد جاری رکھیں گے۔ منتخب شدہ افراد بھی اللہ کی حدود پھلانگنے کی کوشش کرنے پر نااہل قرار دے دیئے جائیں گے۔

صدرِ گرامی نے مندرجہ بالا نکات کے تحت حکومت کا جو منشور پیش کیا ہے، شرفاء اور دین پسند حلقوں میں یقیناً پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ اس کی کوئی شق ایسی

طابع ● چوہدری عبدالباقی نسیم ● مطبع ● اوسنی پرنٹرز لاہور ● ناشر ● محمد عطاء اللہ حنیف ● مقام اشاعت شیش محل روڈ - لاہور

نہیں جس پر کسی قسم کا اعتراض کیا جا سکے یا اسے جھٹلایا جا سکے۔ اس سے پیشتر وطن عزیز میں انتخابات (قومی، صوبائی وغیرہ) کا جو ڈھنگ رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور ان کے نتائج جو قوم کو وقتاً فوقتاً بھگتنے پڑے ہیں ان کی یادیں ابھی دلوں سے محو نہیں ہوئیں۔ دولت اور خاندانی وجاہت کے بل بوتے پر اب تک یہاں جو لوگ برسرِ اقتدار آتے رہے ہیں انہوں نے حکومت کرنا اور قوم پر مسلط رہنا ایک وراثتی حق بنا لیا تھا۔ دھونس اور دھاندلی سے ووٹروں کو ہموار کرنا اور خریدنا یہاں ایک معمول بن گیا تھا اور اب قوم کے اندر یہ عقیدہ ہی راسخ ہو گیا ہے کہ ووٹ لینا اور دینا ایک کاروبار ہے جس میں محض سودے بازی اور طاقت و دولت کی کارفرمائی ہوتی ہے اور بس —— اس سے آگے کچھ نہیں —— قومی خدمت کے بلند بانگ دعوے محض انتخابی نعرے ہی ہوتے ہیں۔ انتخاب جیتنے کے بعد کسی کو کسی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

صدرِ مملکت کا دیا ہوا منشور واقعی ایک انقلابی اور اسلامی اقدام ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس پر اسی طرح عمل درآمد ہو سکے گا جیسے مندرجہ بالا سطور میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ وہ قوم جس کی گھٹی میں بددیانتی، فریب اور جھوٹ "خون رگ جاں" کی طرح دوڑ رہا ہے اور جس کے سیاستدانوں میں محض اقتدار کی ہوس کارفرما ہے اور عوام کو اُلّو بنانا جن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ وہ کیونکر ان پابندیوں کو برداشت کریں گے جو ان تیرہ نکات میں بیان کی گئی ہیں۔ کسی کو چور، سمگلر اور رسہ گیر ثابت کرنا کیونکر ممکن ہو گا جب کہ یہاں عدل کے پیمانے ہی غیر معیاری ہیں ——؟ پھر یہ قدغن اگر صرف ووٹ حاصل کرنے والے امیدوار کے لئے ہو تو اس کے بیچ چھان بین تو کسی نہ کسی طرح حکومت کر ہی لے گی (اگرچہ وہ بھی مشکوک ہی ہے) مگر ہر ووٹر کے کردار کو کیسے چھانا جائیگا۔ کیا اس کا سرٹیفکیٹ رشوت خوار پٹواری اور دیگر سرکاری ملازمین دیں گے یا گاؤں کے نمبردار وغیرہ جو بیچارے اکثر پولیس کے ٹاؤٹ اور رشوت رسانی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔؟ اور پھر اس کی صحت کی کیا ضمانت ہو گی؟

ان خدشات کے پیش نظر صدر گرامی کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا دکھائی نہیں دیتا جس اسلامی نظام اور متقی معاشرے کا وہ تصور پیش کر رہے ہیں وہ اس قوم کو راس آتا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سیاسی جماعتوں، سیاستدانوں اور مخالفِ اسلام گروہوں کے عزائم صرف اقتدار کی تبدیلی کے گرد گھومتے ہیں جو اس ملک کا مقدر بن چکا ہے۔

ہم بہرحال دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو "مزعومہ" پروگرام میں کامیابی عطا کرے اور یہ نکات حقیقت کا روپ دھار سکیں۔

ع - ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مولانا عبدالرحمٰن آف ساہیوال کا انتقال

جیسا کہ گزشتہ ہفتے اطلاع شائع ہو چکی ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر، فرید ٹاؤن ساہیوال ۲۹ فروری ۱۹۸۴ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک نہایت پارسا، متدین، مسلک اہلحدیث کے شیدائی اور دینی خدمات میں ہمہ تن مستعد شخصیت کے مالک تھے۔ مولانا کا سابقہ تعلق ضلع فیروزپور سے تھا اور آپ حضرت مولانا کرم الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید تھے۔ مولینا محمد عطاء اللہ حنیف مدظلہ سے خاص ارادتمندانہ تعلق رکھتے تھے۔ اور ادارہ "الاعتصام" سے بھی خصوصی لگاؤ تھا۔ اور حسب توفیق اس کے لئے تعاون میں کوشاں رہتے۔

مولانا مرحوم کی زندگی کا طویل حصہ تعلیم و تدریس میں بسر ہوا۔ پاک پتن میں بطور سکول ٹیچر کافی مدت تک متعین رہے اور وہیں سے بطور ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہوئے۔ وہاں مسلک اہلحدیث کی تبلیغ کے لئے آپ نے "مسجد مبارک اہلحدیث" تعمیر کروائی۔ چند سال قبل پاکپتن سے ساہیوال منتقل ہو گئے تھے۔ اور یہاں

بحث و نظر
(قسط ۵)

مولانا برہان الدین سنبھلی۔ استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ

بینک سے تعاون اور اس کے انٹرسٹ (سود) کا شرعی حکم؟

بینک سے ملے ہوئے سود کا حکم

بینکوں میں رقم جمع کرنے کے نتیجہ کے طور پر ایک دوسرا مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ بینک اپنے پاس رقم رکھنے کی صورت میں عموماً سود دیتا ہے۔ اور قرض رقم دینے کی صورت میں وہ سود لیتا ہے تو کیا بینک کا سود لینا اور دینا دونوں جائز ہوگا؟ یا ان میں سے کوئی ایک صورت جائز اور دوسری ناجائز ہوگی؟ یا دونوں ناجائز ہوں گی؟

اوپر بیان کردہ اصول بحث سے اس بارے میں بھی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور یہ حکم سامنے آتا ہے کہ اگر بینک سے قرض لئے بغیر اور کوئی چارۂ کار نہ ہو تو بقدر ضرورت وہاں سے قرض لیا جا سکتا ہے اور اس کے لازمی تقاضہ کے طور پر جو کچھ پیش آئے وہ بھی "اذا ثبت الشیٔ ثبت بلوازمه" کے اصول سے خاص حد کے اندر جائز ہوگا۔ یعنی بدرجۂ مجبوری سود دینا بھی جائز ہوگا، لیکن ضرورۃً اگر بینک میں رقم جمع کرنا پڑے اور بینک کے اصول سے اس پر سود ملتا ہو، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ بینک میں روپیہ جمع کرنا اگر بدرجۂ مجبوری اور اعذار کی وجہ سے بعض صورتوں میں جائز قرار پا جائے۔ تو اس سے لازم نہیں آتا کہ سود لینے اور اسے استعمال کرنے کی بھی مجبوری ہو تو اس صورت میں رقم جمع کرنے والے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟۔

جدّہ میں منعقدہ علمی مذاکرہ

یہی وہ سوال ہے جس کے حل کرنے کے لئے "البنك الاسلامی للتنمیة" (جدہ) کے لائق و فاضل مدیر نے ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء میں ایک بہت محدود تعداد لیکن منتخب علمائے عالم پر مشتمل مجلس مذاکرہ منعقد کی تھی، جس میں ساری دنیا کے ممتاز علماء کو دعوت دی گئی تھی (راقم کو بھی ان کی دعوت پر اس میں شرکت کرنے اور بحث میں حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی تھی) مجلس کے انعقاد سے قبل اس کے دُور اندیش اور بالغ نظر داعی (ڈاکٹر احمد محمد علی ڈائریکٹر "البنك الاسلامی للتنمیة" جدہ) نے عالمی شہرت کے حامل ممتاز فقیہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الزرقاء سے ایک نہایت محققانہ اور فاضلانہ

---

[1] جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا کہ بینک سے حاصل ہونے والی زائد رقم سود ہی ہے منفعت نہیں ہے اس کے تفصیلی دلائل اور مباحث نیز اشکالات کے جوابات کے لئے بکثرت چھوٹے بڑے مقالے و کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب کی متعدد تحریریں اور ڈاکٹر فضل الرحمان گنوری صاحب (صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی) کا فاضلانہ مقالہ "کمرشل انٹرسٹ کا جائزہ" شائع شدہ رسالہ "برہان" ۱۹۶۳ء دہلی (جواب کتابی شکل میں بھی "تجارتی سود" کے نام سے مع اضافہ کے آگیا ہے) قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں مودودی صاحب نے اپنی کتاب "سود" میں بینک اور اسی طرح کے تمام اداروں پر جو بحث کی ہے اس کے پڑھ لینے کے بعد کسی غلط فہمی کی گنجائش صاحب نظر کے لئے نہیں رہ جانی چاہئے۔ بر صورت کی تحقیق سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاشی فساد کی جڑ بینک ہی کا سود ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے افادات، ان کی تفسیر "معارف القرآن" اور فقہی تحقیقات کے مجموعہ "جواہر الفقہ" وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

علمی بحث تیار کرا کر مدعوّین کے پاس دسا ئیکلو اسٹائل نقلیں) بھیج دی تھیں تاکہ اس کی روشنی میں بحث و مباحثہ کیا جا سکے۔ (اُوپر اقتباسات اسی بحث کے دیئے گئے ہیں اور آگے بھی اس کے حوالے آئیں گے) واضح رہے کہ اس مجلسِ مذاکرہ کی ضرورت پیش ہی اس لئے آئی کہ یہ مرکزی نقطہ سب کو تسلیم تھا کہ بینک سے کا "منافع" بھی 'سود' ہی ہے (جس کا استعمال جائز نہیں) اس بارے میں کسی بھی شریکِ مجلس کو اختلاف نہیں تھا، اور جیسا کہ آگے آرہا ہے، مجلس میں ساری دنیا سے منتخب علماء شریک کئے گئے تھے، اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکثر علمائے عالم کے درمیان یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔

نصف صدی قبل علمائے ہند کا فتویٰ

لیکن اس سے بھی پچاس ساٹھ سال قبل ہندوستان کے بالغ نظر اربابِ فتویٰ کے سامنے بھی یہ مسئلہ آچکا تھا۔ (تقریباً ان سب نے اسے سود ہی بتایا تھا) شکر کا مقام ہے کہ جدّہ کے مجمع علماء میں جو کچھ طے ہوا وہ ہندوستان کے انہی قابلِ فخر علماء کی تحقیق و فیصلہ کی ہی گویا تائید تھی، بلکہ کہنا چاہئے کہ برصغیر کے بالغ نظر علماء اپنی فقہی بصیرت اور خدا کی توفیق سے جس نتیجہ پر زائد از نصف صدی قبل پہنچ چکے تھے عالمِ اسلام کے ممتاز علماء نے اس کے مشابہ فیصلہ — عالمِ اسلام کے قلب میں بیٹھ کر — کرکے گویا بزبانِ حال ہندی علماء کی دُوراندیشی اور بصیرت کا اعتراف کر لیا۔ یہاں یہ بتا دینا غالباً بے محل نہ ہوگا کہ احقر نے اپنے اس مقالہ میں جو مجلس میں پیش کیا تھا صراحت کے ساتھ ہندوستانی علماء کے نصف صدی قبل والے فتویٰ کا ذکر کیا تھا جسے سُن کر حیرت و مُسرّت کی ملی جُلی کیفیت شرکاء کے چہروں سے ظاہر ہو رہی تھی (اور فاضل داعی نے تو اس کا زبانی اعتراف و اظہار بھی کیا تھا) وہ فیصلہ یا فتویٰ کیا تھا؟ اس کا تفصیلی ذکر آئندہ سطروں میں آرہا ہے۔ اس مسئلہ میں شریعت کا اصل حکم دریافت کرنے کے لئے ضروری (یا مناسب)

ہوگا کہ یہ دیکھا جائے کہ اس سلسلہ میں عقلی یا احکامی شکلیں کتنی ہو سکتی ہیں؟ معمولی غور و فکر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بس چار ہی شکلیں نکلتی ہیں۔

(۱) بینک سے سُود وصول کر کے اسے اپنے استعمال میں لایا جائے۔

(۲) بینک ہی کے پاس سُود چھوڑ دیا جائے، گویا اسے اختیار دے دیا جائے کہ وہ جہاں چاہے خرچ کرے۔

(۳) بینک سے سُود کی رقم لے کر اُسے تلف کر دیا جائے۔

(۴) بینک سے سُود کی رقم لے کر فقراء پر تقسیم کی جائے یا کسی ایسے مصرفِ خیر میں اُسے لگا دیا جائے جس سے براہِ راست غرباء ہی فائدہ اُٹھا سکیں۔

ایک امکانی شکل یہ اور ہو سکتی ہے کہ وہ رقم دولت مندوں کو دے دی جائے لیکن اس شکل کو الگ فرض کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ دولت مندوں کو دینا اور خود اپنے اُوپر خرچ کرنا، اس مسئلہ میں دونوں — شرعاً — برابر ہیں، کیونکہ دولت مندوں کو اس رقم کا دینا شرعاً ہدیہ کہلائے گا اور ہدیہ دینا — شرعاً — اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرنے کے حکم میں ہے، کیونکہ اس کا فائدہ دیر سویر (اسی دُنیا میں) عموماً دینے والے کی طرف لوٹتا ہے (یا اس کی توقع ہوتی یا کی جا سکتی ہے) تو ہدیہ دینا، نقد رقم سے سامان خرید کر خود استعمال کر لینے کے حکم میں ہوگا۔ ان چار امکانی حلوں میں سے پہلا حل تو شرعاً جائز ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ اس کا مطلب تو سُود لینا اور اسے استعمال کرنا (بلا ضرورۃ کے) ہے، ظاہر ہے کہ سُود قرآن مجید کی آیات اور احادیثِ کثیرہ کی رُو سے حرام ہے اور اس میں علماء کی دو رائیں نہیں ہیں۔

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اگرچہ بعض حالات میں جس کی تفصیل اُوپر گذر چکی ہے، بینک سے تعاون تو ضرورۃً یا حاجۃً کے تحت جائز ہو جاتا ہے لیکن اس کا سود استعمال کرنے کی (خاص طور پر ایسے لوگوں کو جو بینک میں روپیہ جمع رکھنے پر مجبور رہے)

کوئی ضرورۃ یا حاجۃ عموماً نہیں ہوتی (واضح رہے کہ "ضرورۃ" اور "حاجۃ" کی وہ حقیقتیں مراد ہیں جو شرعی اصطلاح کے اعتبار سے "ضرورت" و "حاجت" کا مصداق ہیں۔ عرفی ضرورتیں یا حاجتیں مراد نہیں ہیں کہ وہ سبب رخصت نہیں ہوتیں)

دوسرا حل کہ سود کی رقم بینک ہی کے پاس چھوڑ دی جائے اُسے کچھ لوگ اگرچہ تقویٰ کا تقاضا اور شریعت کے حکم کے مطابق سمجھتے ہیں اور بادی النظر میں ان کی رائے درست بھی معلوم ہوتی ہے لیکن گہری نظر سے دیکھئے نیز بینکوں کے طریق کار کو (جو اس طرح کے رقوم کے سلسلہ میں اُن کا ہوتا ہے) جان لینے کے بعد اس کے ناجائز ——— یا کم از کم ناپسندیدہ ——— ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا، کیونکہ یہ بات معتبر ذرائع سے معلوم ہے بلکہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ سود کی رقم وصول کرنے سے (بینک کے قواعد کے مطابق سود کا استحقاق رکھنے والا) کوئی اگر انکار کر دیتا ہے تو وہ رقم اس کے اصل[1] مستحقین کو (یعنی جن سے بینک نے سود وصول کیا ہے) بینک واپس نہیں کرتا، بلکہ اپنی صوابدید سے عموماً ایسے مواقع پر خرچ کر دیتا ہے جو ——— بینک کے منتظمین کے نزدیک خواہ بہترین مصارف ہوں مگر ——— اسلامی نقطۂ نظر سے قطعاً نامناسب اور بسا اوقات مضر ہوتے ہیں، بلکہ تجربہ یہ بھی ہے کہ تخریب اسلام کے لئے قائم شدہ بعض اداروں کو دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی بکثرت نظیریں موجود ہیں برطانوی ہند میں بینکوں کی طرف سے مسلمانوں کی جمع کردہ رقموں کے سود سے (مسلمانوں کے لینے سے انکار کر دینے کے بعد) گرجا بنوا دیا گیا، یا مشنریز کو تبلیغ عیسائیت کے لئے دے دیا گیا۔ (بلکہ ایک مسجد کی بینک میں جمع شدہ رقم کے سود سے گرجا بنوا دیا گیا تھا) اس صورت حال کے سامنے آنے کے بعد ہندوستانی علماء نے وہ فتوے دیا تھا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اور آج اگر گرجا نہیں تو مندر تعمیر کرایا جاتا یا کرایا جا سکتا ہے یا کسی اور خلاف شریعت منصوبے میں لگایا جا سکتا ہے، اس لئے سود کی رقم کا بینک میں چھوڑنا گویا مندر، یا گرجا بنانے یا تخریب اسلام میں حصہ لینے کے برابر ہوگا۔ اس لئے یہ شکل بھی جائز نہیں ٹھہرائی جا سکتی کیونکہ اس میں "تعاون علی الاثم والعدوان" ہوگا۔ خواہ بالواسطہ اور بلا ارادہ ہی اور اگر بالفرض یہ معلوم بھی ہو جائے کہ بینک اس رقم سے نہ مندر بنواتا ہے اور نہ ایسے کام میں صرف کرتا ہے جو تخریب اسلام کا سبب ہو تب بھی ایسی رقموں کو کہ جن پر خود کو تصرف کرنے کا قانونی حق حاصل ہو، انہیں اپنی صوابدید سے کسی بہتر جگہ خرچ کرنے کے بجائے غیروں کے حوالے کر دینا عقلمندی نہیں ہے، خاص طور پر ایسے حالات میں جب کہ آئے دن مذہبی تعصبات کی بنا پر حقوق تلفی بلکہ کھلی زیادتی کے تجربے ہوتے رہتے ہیں۔

تیسرا حل (کہ سودی رقم لے کر تلف کر دی جائے) معمولی عقل و فہم رکھنے والا بھی درست نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ دولت، بہر حال خداوند تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے جو فی نفسہ نجاست نہیں ہے بلکہ اس میں ناپاکی محض غلط ذریعہ سے حاصل ہونے کی بنیاد پر آتی ہے جس کی تلافی کی جائز اور بہتر شکلیں موجود ہیں، اس لئے اس کا ضائع کرنا نعمت خداوندی

[1] بینک جو سود اپنے قرض خواہوں کو دیتا ہے دراصل وہ اس رقم ہی کا ایک جزو ہوتا ہے جو وہ سود کے طور پر قرضداروں سے وصول کرتا ہے اور بعض اوقات تجارت کر کے بھی منافع کماتا ہے لیکن اس کا تناسب (سود) کی مد میں وصول ہونے والی رقم سے بہت کم ہوتا ہے مولانا مودودی صاحب کی تحقیق کے مطابق ۵ سے ۱۰ فیصدی تک (ظاہر ہے کہ اس کی حیثیت گویا نہ ہونے کے برابر ہے) اس لئے فقہی اصول "للاکثر حکم الکل" (غالب کا حکم کل پر) کی رُو سے بینک کی کل آمدنی کا حکم، "سود" ہی کا ہوگا (لیکن یہ حکم اس وقت ہوتا ہے جب کہ سب مال مخلوط ہو)

کا ضیاع ہوگا جو یقیناً حرام ہے۔ علامہ مصطفیٰ زرقاء نے کیا خوب کہا ہے۔

فالمال النافع لا ذنب له حتی نحکم علیه بالاعدام، فاتلافه اهدار لنعمة الله وهو عمل أخرق۔ والشریعة الاسلامیة حکمة کلها لأن شارعها حکیم۔

"نفع بخش مال کا کوئی گناہ نہیں ہے کہ اسے فنا کرنے کی سزا دی جائے، اس لئے اس کا تلف کرنا خدا کی نعمت کی ناقدری ہوگی اور نہایت ہی بے عقلی کی بات، حالانکہ خدا کی بھیجی ہوئی شریعت تمام تر حکمت پر مبنی ہے کیونکہ اس کا شارع حکیم ہے۔"

اصل مسئلہ کا صحیح حل

جب یہ تینوں حل (یا چار امکانی شکلوں میں سے) تین غلط ہیں تو بس ایک ہی شکل (بینک سے لے کر فقراء و حاجت مندوں کو دے دینا) باقی رہ گئی، وہی در اصل مسئلہ کا حل اور اس سوال کا صحیح جواب ہے۔ اور اب کہنا چاہیئے کہ اسے اتفاقی حل (عرب و عجم کے علماء کے اتفاق پر مبنی حل) کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

اس سلسلہ میں یہاں پہلے بعض ہندوستانی فضلائے کبار کے چند فتاویٰ نقل کئے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد جدہ کے اجتماع کی رُوداد کا ضروری حصہ پیش کیا جائے گا۔

زائد از نصف صدی قبل دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے ایک سائل کے جواب میں تحریر فرمایا تھا: "بینک میں روپیہ داخل کرکے جو کچھ بنام نہاد منافع رقم متعینہ سالانہ وہاں روپیہ داخل کنندہ کو ملتی ہے وہ شرعاً سود ہے لینا اس کا جائز نہیں[1] اور اگر لیا تو کل صدقہ کرنا فقراء پر لازم ہے۔"[2] اسی قسم کے متعدد فتاویٰ "مجموعہ فتاویٰ دارالعلوم" میں مولانا موصوف کے موجود ہیں۔ (مثلاً دیکھئے ص ۲۹-۳۳) اسی مجموعہ میں حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب (سابق صدر مفتی دارالعلوم و مفتی اعظم پاکستان) کا ایک فتویٰ بایں الفاظ ملتا ہے: "اگر کسی نے بینک میں روپیہ جمع کر دیا تھا تو اس کا سود وہاں نہ چھوڑنا چاہیئے کیونکہ اس سے عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے بلکہ وہاں سے لے کر فقراء و مساکین پر صدقہ کر دینا چاہیئے، اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں۔" حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے ایک فتویٰ[3] سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ "بینک میں سودی رقم چھوڑنے سے اگر یہ خطرہ ہو کہ بینک ناجائز مصرف میں صرف کرے گا تو وہاں نہ چھوڑے بلکہ لے کر اہل حاجت کو دیدے۔" فتاویٰ رحیمیہ[4] جلد سوم ص ۲۶۲ تا ۲۶۵ کے آخر میں ہندوستان کے اور بھی متعدد اکابر علماء و اصحاب فتویٰ کے فتاویٰ اسی مضمون کے نقل کئے گئے ہیں کہ "بینکوں میں اگر ضرورۃً روپیہ جمع کیا گیا ہے تو اس کا سود وہاں سے ضرور لے لیا جائے پھر مصرف خیر میں خرچ کر دیا جائے۔" ان علماء میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہما اللہ[5] بھی ہیں، نیز عصر حاضر کے عظیم فقیہ علامہ مصطفیٰ الزرقاء اپنی بحث میں فرماتے ہیں:-

---

[1] یعنی سود کا لینا اصلاً ناجائز ہی ہے لیکن بینک سے سود لینے کا جواز (یا استحباب) اس خاص مصلحت سے ہوا ہے جس کا ذکر اوپر گزرا۔

[2] مجموعہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند باب الربوٰا ص ۹۰ ج ۲-۸

[3] مسئلہ امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۳ مرتب مفتی محمد شفیع (شائع کردہ پاکستان) یہاں یہ وضاحت غالباً بے محل نہ ہوگی کہ یہ ساری گفتگو "دار الحرب" اور "حربی" کے اموال سے متعلق جو بعض خاص احکام ہیں ان سے قطع نظر کرتے ہوئے کی جا رہی ہے۔

[4] مجموعہ فتاویٰ مولانا سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری مدظلہ۔

[5] مقدم الذکر کے ایک عربی مکتوب میں ہے "افتی.... بوجوب اخذ الربا" یعنی ایسے بینکوں سے سود لے لینا واجب ہے"۔ کا فتویٰ اہل علم نے دیا ہے (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۹ ج ۱)

اذا كان المودع لدى المصارف الربوية لا يجوز له شرعاً ان يستبيح لنفسه اكل الفوائد التي يحتسبها له المصرف ولا ان يتركها للمصرف ... فما التدبير الصحيح والجواب على هذا السؤال الوجيه كما أفتيت به وناقشت الكثيرين .... هو أن التدبير الصحيح الشرعي في هذه الفوائد أن يأخذها المودع من المصرف دون أن ينتفع بها في أي وجه من وجوه الانتفاع .... فعليه أن يأخذ تلك الفوائد التي يحتسبها له المصرف الربوي عن وداعه لديه ويوزعها على الفقراء حصراً وقصراً لأنهم مصرفها الشرعي۔

" سودی بینکوں میں روپیہ جمع رکھنے والوں کے لئے نہ تو یہ جائز ہے کہ وہ بینک سے سود لے کر خود استعمال کر سکیں اور نہ وہاں چھوڑنا (مذکورہ بالا مصالح کی بنا پر) درست ہے تو پھر آخر صحیح طریقہ کیا ہے جسے اختیار کیا جائے؟ اس کا جواب اور اس کا صحیح حل ایک ہی ہے اور اسی پر میری بہت سے علماء سے بحث بھی ہوئی ہے لیکن) میں تو یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ بینک سے سود ضرور لیا جائے مگر اپنی ذاتی مصلحتوں میں ہرگز خرچ نہ کیا جائے بلکہ وہ پوری کی پوری رقم (جو سود کے طور پر بینک سے وصول ہوئی ہے) صرف فقراء ہی پر خرچ کر دی جائے۔ کیونکہ اس کا شرعی مصرف صرف وہی ہیں "

علامہ زرقاء کی مذکورہ علمی بحث و تحقیق پر جدہ کے دو روزہ اجتماع میں غور و فکر کرنے کے بعد تمام شرکاء نے ـــ جو مختلف مکاتب فکر سے متعلق، اور متعدد ملکوں کے علماء تھے ـــ (عالم اسلام سے سعودی عرب، مصر، الجزائر، اردن، عراق، شام کے اہم علماء کے علاوہ برصغیر سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نیز راقم سطور شامل تھے) بالآخر سب نے متفق ہو کر اس رائے کی تائید کی اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ (باقی)

آخرش زندگی تمام ہوئی

عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

یہ زباں جب بھی بے لگام ہوئی
عقل بھی جہل کی غلام ہوئی

قوم وہ، جو بلند سیرت تھی
غرقِ چنگ و رباب و جام ہوئی

جب کہ شرم و حیا ہوئی رخصت
بے حجابی جہاں میں عام ہوئی

رازِ صبر و رضا جہاں سمجھا
لب کشائی وہیں حرام ہوئی

زندگی، جو کہ اک تمنا تھی
آہ، نذرِ خیالِ خام ہوئی

لذتِ معصیت گھڑی بھر کی
باعثِ حسرتِ دوام ہوئی

ہر نظر قبر کا اندھیرا ہے
جب سے شرحِ سوادِ شام ہوئی

زندگی کی تلاش میں عاجز
آخرش زندگی تمام ہوئی

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری - ایڈیٹر "محدث" بنارس - ہند

تنظیمات کا المیہ

موجودہ دور کو اسلامی تاریخ میں تنظیمات کے موسم بہار کا دور کہا جا سکتا ہے۔ جس طرف دیکھئے اسلام کی جزوی یا جامع خدمات کے لئے کوئی نہ کوئی تنظیم بنی ہوئی ہے اور خود رو جنگلی پودوں کی طرح ان کی تعداد میں نئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ تنظیم بنانے والے اور اس سے متأثر ہونے والے یہ سمجھ کر خوشی خوشی جان اور مال کھپاتے ہیں کہ اسی بہانے اسلام کی کچھ خدمت کر دی جائے۔ مگر یہ کیسی عبرت انگیز اور المناک حقیقت ہے کہ اسلام اپنے خادموں کے جمگھٹ میں رہتے ہوئے بھی آج اس طرح پنپ اور پھل پھول نہیں رہا ہے جس طرح وہ ان ادوار میں پنپا اور پھلا پھولا تھا، جب امتِ اسلامیہ اس طرح کی تنظیمات سے یکسر نا آشنا ہی نہ تھی، مسلمان اپنے دورِ زوال اور دورِ غلامی میں بھی اپنا جو علمی اور اخلاقی وزن رکھتے تھے، آج وہ بھی انہیں حاصل نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنے دائرے کے اندر داخل ہونے والوں کو ایک ایسی مضبوط اور ناقابلِ شکست اخوت اور معنویت کی لڑی میں پرو دیتا ہے کہ یہ اسلامی تعلق دیگر تمام تنظیمی تعلقات کی معنویت سے صد درجہ بالاتر ہے۔ اسلامی تعلق کے مقابلے میں کسی بھی تنظیمی تعلق کی حیثیت برگد کے مقابل میں ایک چھوٹے سے جنگلی پودے سے زیادہ نہیں۔ اسلام نے عقیدہ و عمل سے لے کر نتیجہ و اثر تک ہر ہر مرحلے میں ہم آہنگی و یک جہتی، اتحاد و یگانگت اور تعاون و تناصر کی ایسی جامع ہدایات عطا فرمائی ہیں کہ کوئی مضبوط سے مضبوط تنظیم بھی اپنے افراد میں تعلقات و تعاون کا ایسا جامع خاکہ تیار نہیں کر سکتی۔ پھر اس کے لئے جان و مال کی فداکاری کا جیسا جذبہ اسلام نے پیدا کر دیا ہے ویسا جذبہ پیدا کرنا تو کسی تنظیم کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ اسی لئے اسلامی تعلق و اخوت نے مسلمانوں کو دوسرے تمام طرح کے تعلقات سے بے نیاز کر دیا ہے کہ اعلیٰ کے رہتے ہوئے ادنیٰ کی حاجت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے

لا حلف فی الاسلام وما کان من حلف فی الجاھلیۃ فلا یزیدہ الاسلام الا شدۃ۔

مطلب یہ ہے کہ دو انسانوں یا دو قبیلوں اور دو قوموں کا محض مسلمان ہونا ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی دل و جان سے معاونت اور مدد کریں۔ اس کے لئے علیحدہ سے کسی معاہدے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر دورِ جاہلیت میں دو قوموں اور دو قبیلوں کے درمیان دوستی و تعاون کا کوئی معاہدہ ہوا تھا، پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو یہ معاہدہ مزید پختہ اور واجب الاحترام ہو گیا۔

اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ امتِ اسلامیہ کے سارے افراد اور تمام قومیں اور قبیلے ایک منظم وحدت ہیں اور باہمی اعتماد اور تعاون و تناصر کے لئے محض ان کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے، مزید کسی تنظیمی رکنیت کا ان سے مطالبہ کرنا اسلامی وحدت پر قناعت نہ کرنے کے ہم معنی ہے۔

ہم اگر گہری نظر سے اسلامی تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ تنظیم اندر تنظیم، کی شکل میں اسلامی وحدت کے دائرے کے اندر سب سے پہلے جس داخلی تنظیم کا وجود ہوا وہ منافقین کی تنظیم تھی، یہ بظاہر تو امتِ مسلمہ کے جسدِ واحد کا ایک حصہ تھے، لیکن اپنے دیرینہ خبیث مقاصد کے لئے انہوں نے در پردہ ایک باقاعدہ تنظیم قائم کر رکھی تھی، جس کے اراکین خلوتوں میں جمع ہو کر طرح طرح کے اسلام دشمن پروگرام بنایا کرتے تھے۔ اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے اپنا ایک مرکز قائم کیا تھا جو تاریخ میں مسجد ضرار کے نام سے معروف ہے اور جسے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمِ خداوندی سے ڈھا دیا تھا۔ کبار صحابہؓ اور ان کے بعد کے ادوار میں بھی اُمتِ مسلمہ کے دائرے کے اندر اگر کوئی تنظیم وجود میں آئی تو وہ انہیں اعدائے اسلام کی تنظیم تھی جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو نیست و نابود کرنے کی تدبیروں اور عملی حکمتوں کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں وقف کئے ہوئے تھے۔ باقی رہے مسلمان تو انہوں نے اسلامی اخوت سے آگے بڑھ کر مزید کسی داخلی تنظیم کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ان کا اسلامی رشتۂ اخوت ہی ہر طرح کے فتنوں اور شورشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی تھا کیونکہ یہی اُمت گیر تنظیم کی وحدت متماسک تھا۔

لیکن جس طرح مختلف اسباب و عوامل کے تحت اُمت میں طرح طرح کے فرقے وجود میں آئے آج اسی طرح مختلف اسباب و عوامل کے تحت قسم قسم کی تنظیمات اور جمعیتیں وجود میں آئی ہیں، بظاہر تو یہ خدمتِ اسلام کے لئے بنی ہیں مگر عقائدی و مذہبی فرقوں کی طرح ان تنظیمات اور جمعیتوں کی بھرمار نے بھی اُمت کی وحدت اور اس کے اسلامی جذبہ تعاون و تناصر کو سخت دھچکا پہنچایا ہے۔ سب سے پہلے تو ان تنظیمات نے اپنے اور غیر کا امتیاز پیدا کیا، پھر یہ امتیاز رفتہ رفتہ تعصب میں تبدیل ہو گیا۔ پھر اس امتیاز و تعصب کو جیسے جیسے ترقی ملتی گئی، تنظیمی دائرے سے باہر کے مسلمانوں کے ساتھ رشتۂ اخوت کمزور پڑتا گیا بلکہ گھٹتا گیا۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسلامی جذبۂ اخوت کی جگہ حسد و رقابت نے لے لی اور پس پردہ یا کھلم کھلا کی پچھاڑ شروع ہو گئی۔ اب تعاون و تناصر کی جگہ تحارب و تنافر کی نوبت آئی اور ایمانی غیرت و حمیت اس مقام کو پہنچی کہ اسلام کی سرِعام نافرمانی بلکہ مخالفت تو گوارا ہے، اسلام پر تنقید اور قرآن و رسول کی توہین پر تو رگِ حمیت کچھ زیادہ نہیں پھڑکتی، مگر اپنی تنظیم کے قائد و رہنما یا اراکین و متعلقین پر یا اصول و ضوابط پر ہلکی سی تنقید بھی ہو جائے تو قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔

بات طویل بھی ہے اور المناک بھی۔ ہم زخم کو گہرائی تک کریدنے کے بجائے صرف اس کی ظاہری پپڑیوں کو دکھا کر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ صحت کی علامت نہیں بلکہ فسادِ خون کی علامت ہے۔ لہٰذا مخلصینِ اُمت کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس فساد کا سرچشمہ کہاں ہے؟ اور اسے کیونکر بند کیا جا سکتا ہے؟ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہمیں نیاز مندی اور جذبۂ بندگی کے ساتھ اپنے دینِ متین پر چلنے اور اس کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (محدث بنارس، ہند)

درخواست دعائے صحت

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی صحت

حالت پہلے سے کافی بہتر ہے مگر ابھی نقاہت باقی ہے۔ احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے اپنی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔ (ادارہ)

تحقیق و تنقید | (قسط ۳۳ آخری) | مولانا صغیر احمد شاغف بہاری

محمدی صراطِ مستقیم بجواب دیوبندی صراطِ مستقیم

گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا مسئلہ

حنفیہ کے نزدیک چونکہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ۔ بلکہ اگر کوئی پڑھے گا تو اس کے ذمہ ظہر کے فرض باقی رہیں گے ۔ گویا دیہات میں جمعہ پڑھنے والا تارک فرائض ظہر، قرار پائے گا ۔ حنفیہ کا یہ مسلک بھی چونکہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے ۔ اس لئے جب لدھیانوی صاحب سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے اس مسئلہ میں سب سے پہلے تو شاہ ولی اللہ کے اقوال سے اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ حالانکہ یہاں شاہ ولی اللہ صاحب سے جو حوالے نقل فرمائے گئے ہیں ان کی حیثیت دلیل کی نہیں ہے کیونکہ دلیل شرعی صرف کتاب و سنت ہے اور ان میں سے کوئی بھی ان میں نہیں ۔ رہے حوالہ جات شاہ صاحب سے آپ نے دیہات میں عدم جمعہ کا ثبوت مہیا کیا ہے تو شاہ ولی اللہ ہی سے ایک اہل حدیث عالم نے دیہات میں جمعہ کا ثبوت فراہم کیا ہے جیسے مولانا عبدالسلام صاحب ارشاد خیرالوری ص۲ پر رقمطراز ہیں ۔

حضرت شاہ صاحب مصنف شرح موطا امام مالک میں فرماتے ہیں " پس نماز جمعہ در وقت ظہر باجماعت عظیم از مسلمین در قریہ یا در شہر یعنی جمعہ کی دو رکعتیں ہیں ظہر کے وقت مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ شہر یا گاؤں میں ادا کی جاتی ہیں ۔ اور شاہ صاحب اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ چھاپہ بریلی کے ص۲۲۵ میں فرماتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا جمعہ واجب ہے ہر گاؤں میں " یہ عبارت بلوغ المرام ص۲۲ میں بھی موجود ہے ۔

اس نقل سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ شاہ صاحب کے اقوال دونوں طرف ہیں ۔ لہٰذا رجوع الی الکتاب والسنت ضروری ہے ۔

حنفی | حنفیہ کے نزدیک جمعہ یا تو شہر میں ہوتا ہے یا قریہ کبیرہ میں ، جس کی حیثیت قصبے کی ہو ..... حنفیہ کا یہ مسلک بھی قرآن و سنت سے ثابت اور حضرات خلفائے راشدین کی سنت کے عین مطابق ہے ۔ قرآن میں ہے " اے ایمان والو ! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جائے ..... تو خرید و فروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں) چھوڑ دیا کرو ..... "

اس آیت میں اشارہ ہے کہ جمعہ ہر جگہ نہیں ہوتا بلکہ وہاں ہوتا ہے جہاں کے لوگ عموماً تجارت و سوداگری اور خرید و فروخت میں مشغول رہتے ہوں اور ایسے تجارتی مرکز شہر ہیں نہ کہ دیہات " (ص ۲۳۶، ۲۳۷ ملخصاً)

اہلحدیث | احناف کے نزدیک جمعہ شہر میں بھی نہ ہو تو بھی کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ۔ البتہ حنفیہ کا یہ دعوے کہ یہ مسلک بھی قرآن و سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کے عین مطابق ہے بالکل غلط ہے ۔ اب آگے ہر ایک دعوے پر مختصر تبصرہ ملاحظہ فرمایئے ۔ سب سے پہلے قرآن کی آیت (یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ ، الایۃ ۔) اس آیت سے حنفیہ نے صرف شہر میں جمعہ پر استدلال کیا ہے ۔

اور وہ اس طرح کہ اس آیت میں بیع و شرا سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہ خرید و فروخت شہروں اور بازاروں سے متعلق ہے تو آپ علمائے احناف کی دقیقہ فہمی کی داد دیجئے کہ آیت کے ایک جملے سے تو استدلال کر لیا گیا لیکن دوسرے جملے پر دھیان تک نہیں گیا۔

اس آیت کی ابتدا ہوتی ہے "اے ایمان والو" کے لفظ سے اور یہ لفظ ہر فرد و بشر جو ایمان قبول کر چکا ہے کو شامل ہے اس سے کوئی فرد بھی مستثنیٰ نہیں ہے، البتہ احادیث میں چند افراد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے لیکن احناف کے نزدیک خبر واحد سے تخصیص جائز نہیں ہے تو پھر کسی فقیہ کے قول یا اثر سے تخصیص کب جائز ہوگی۔ گویا یہ آیت عند حنفیہ شہری دیہاتی مریض مسافر عورت بچے غلام ہر شخص پر جمعہ کو واجب قرار دیتی ہے۔

اگر کوئی حنفی اپنے اصول سے روگردانی کرتا ہے تو پھر وہ حنفی ہونے کا دعوے دار نہیں ہے۔ پھر اس آیت کے بعد دوسری آیت یہ بتاتی ہے کہ بعد صلوٰۃ مسلمان اپنی معاش روزی کی تلاش میں منتشر ہو جائیں۔ یہ لفظ بھی عام ہے تجارت پیشہ اور کھیتی باڑی کرنے والے سب داخل ہیں یعنی شہر و دیہات کے ہر فرد و بشر پر اس کا اطلاق ہے۔ علاوہ ازیں بیع کا لفظ بھی عام ہے یہ ہر قسم کے کاروبار اور مصروفیت کو شامل ہے۔ دیہاتیوں کی مصروفیت کاروبار، کھیتی باڑی ہے۔ اس سے صرف شہری کاروباری مصروفیت مراد لے کر دیہاتیوں کو جمعہ سے مستثنیٰ کر دینا قرآن فہمی نہیں، قرآن میں تحریف معنوی اور يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کا مصداق ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ غرض اس آیت سے فقہ حنفیہ کا مسلک ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس آیت سے یہی طرح ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے تا آنکہ وہ مریض مسافر وغیرہ ہو۔ جیسا کہ احادیث کی رو سے یہ مستثنیٰ ہیں اور آیت سے بھی ان کا استثنا مفہوم ہوتا ہے۔

حنفی | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دور نبوی میں جمعہ صرف شہروں میں ہوتا تھا، دیہاتی آبادیوں میں نہیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت کے لیے یہ ہے کہ قباء میں آپ نے باختلاف روایات دس دن سے زیادہ، ۱۴ یا ۲۲ دن قیام فرمایا لیکن آپ نے جمعہ ادا نہیں فرمایا۔ اس سے واضح ہے کہ چھوٹی بستی میں جمعہ نہیں ہوتا۔

(ملخصاً ص ۱۲۷-۱۲۸)

اہلحدیث | سنت سے بھی جمعہ ہر جگہ شہر و دیہات میں یکساں ثابت ہے۔ ہجرت کرکے آپ مدینہ تشریف لے گئے اور پہلا قیام آپ کا قباء میں ہوا۔ اس قیام کی مدت میں کتب سیر و احادیث میں شدید اختلاف واقع ہے۔ لہٰذا آپ کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔

جناب خود آپ نے بخاری کے نسخوں میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ اختلافات کو پہلے دور کرنے کی کوشش کرتے پھر استدلال کرتے۔ لیکن نہیں۔ یہاں تو اپنے لئے ایک دلیل فراہم کرنا مقصود تھا، جناب تین دن سے ۲۲ دن تک کی روایتیں کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں۔ کسی نے تین دن اور کسی نے ۲۲ دن کو ترجیح دی ہے۔ ابن حجر ۱۴ دن کو راجح فرماتے ہیں اور قاضی سلیمان منصورپوری تین دن کو اور بتقاضائے وقت و مصلحت تین دن قیام والی ہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جلد سے جلد مدینہ طیبہ پہنچ کر دعوت کا انتظام کرنا تھا۔ حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قباء میں آکر خاموشی اختیار کر لی جائے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر بارہ ربیع الاول کو قباء میں تشریف فرما ہوئے اور منگل بدھ جمعرات کو مستقل قیام کیا، حالات کا جائزہ لیا اور ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ [illegible] رہے اور جمعہ کو قباء سے بنو سالم کی بستی کے ساتھ روانہ ہوئے اور راستے میں جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپ نے نماز جمعہ ادا کی۔ متعصب [illegible] اگر کوئی غور کرے گا تو اس وقت کے حالات کے پیش نظر یہ [illegible]

والی روایت ہی کو صحیح سمجھے گا۔

اور اگر چودہ روزہ قیام ہی پر کوئی مُصر ہو تو اس صورت میں ہمارا جواب یہ ہوگا کہ جن حالات کی بناء پر مکہ میں جمعہ فرض ہونے کے باوجود آپ نے ادا نہیں فرمایا وہ حالات ہنوز باقی تھے لیکن جس روز قباء سے مدینہ کے لئے آپ نکلے وحی کے ذریعہ آپ کو اطلاع مل گئی کہ اب وہ حالات ختم ہو گئے تو فوراً ہی آپ نے جمعہ ادا فرمایا۔ درانحالیکہ آپ مسافر تھے اور جس جگہ آپ نے جمعہ کی نماز ادا کی وہ اُس زمانے میں مدینہ طیبہ سے علیحدہ بستی تھی۔ کوئی شہر نہیں تھا۔ تعصّب نے اگر کسی کو اندھا نہ کر دیا ہو تو تاریخ کی روشنی میں وہ جگہ جہاں آپ نے جمعہ ادا فرمایا اسے مدینہ سے الگ ایک بستی تصور کرتے ہوئے دیہات میں جمعہ کی فرضیت پر یقین کرے گا۔

حنفی ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حج اکبر ادا جمعہ کو ہوا تھا مگر آپ نے میدان عرفات میں جمعہ نہیں پڑھا۔ (ص ۲۲۸)۔

اہلحدیث میدان عرفات میں حجاج مسافر کی حیثیت میں ہوتے ہیں۔ اسی لئے اہل مکہ بھی ظہر و عصر کی نمازیں قصر ادا کرتے ہیں۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ مسافر پر جمعہ نہیں پھر یہ مطالبہ کہ آپ نے جمعہ ادا نہیں کیا۔ درانحالیکہ عرفات میں جو نماز ادا کی وہ مشابہ جمعہ تھی یعنی خطبہ جو شرط جمعہ ہے آپ نے فرمایا ہے وہ بھی پایا گیا اور دو رکعت بھی ادا کی دہ باقی کیا رہ گیا؟

حنفی ۳۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ "لوگ اپنی اپنی جگہوں سے اور عوالی سے جمعہ کے لئے باری باری آتے تھے" اس سے معلوم ہوا کہ اہل قباء پر جمعہ فرض نہیں تھا۔ نیز یہ کہ عوالی میں جمعہ نہیں ہوتا۔ (۲۲۸)

اہلحدیث بخاری کی اس روایت سے صرف اتنا ہی واضح ہے کہ اہل قباء باری باری آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جمعہ میں شرکت کے لئے آیا کرتے تھے۔ اس سے اہل قباء میں جمعہ پڑھنے کا ثبوت کس طرح ہوا؟ اور اگر برسبیل تنزل ہم اسے تسلیم بھی کرلیں تو یہاں بھی وہی بات ہوگی کہ جن حالات نے حضورؐ کو مکہ میں جمعہ سے روکے رکھا تھا وہی حالات اب تک اہل قباء کے لئے تھے۔

حنفی صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا خطبہ جواثا میں عبد القیس کی مسجد میں ہوا، بحرین کے علاقے میں ..... اور جواثا قدیم سے تجارتی مرکز اور قلعہ تھا۔۔ اس لئے ابوداؤد کی روایت میں اس کو قریہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے مکہ مکرمہ کو قریہ کہا گیا ہے (صفحہ ۲۲۸-۲۲۹)

اہلحدیث مکہ مکرمہ کو جس حیثیت سے قریہ کہا گیا ہے، مفسرین نے اس کی حیثیت بیان کر دی ہے اور جواثا کو جس حیثیت سے قریہ کہا گیا ہے محدثین و مورخین نے اس کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اگر کسی کو حق کی تلاش نہ ہو تو وہ ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کرے گا۔

حنفی "ایک بار جمعہ کو عید ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید کے بعد فرمایا کہ ہم تو جمعہ پڑھیں گے جو چاہے ہمارے ساتھ پڑھے اور جو چاہے واپس اپنے گھر لوٹ جائے" مراد اس سے اہل عوالی کو اجازت دینا تھا کیونکہ جمعہ ان پر فرض نہیں تھا۔ (ص ۲۲۹)

اہلحدیث دراصل حدیث کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ دھوکا ہوا ہے۔ جناب عید الفطر اور عید الاضحیٰ یہ دو ہی دن مسلمانوں کے لئے سال بھر میں خوشی منانے کے لئے اللہ نے رکھے ہیں۔ عید کی نماز اور خطبہ سے فارغ ہو کر گھر جانا اور پھر چند لمحے بعد واپس جمعہ کے لئے لوٹ آنا یہ اُمت کے لئے باعث پریشانی تھا۔ خصوصاً بقر عید کے موقع پر۔ لہٰذا آپ نے اُمت کی آسانی کے لئے یہ حکم عام دے دیا۔ نہ شہر کی قید نہ دیہاتی کو مستثنیٰ۔ یہ تو تقلیدی ذہن نے تفریق پیدا کی ہے اور اس کے لئے کچھ کچی پکی روایتیں حسب ضرورت من مانی جمع کر لی گئی ہیں۔ ورنہ احادیث کا مفہوم وہی ہے جو میں نے اپنے لفظوں میں اوپر بیان کر دیا ہے۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی جمعہ والے دن عید ہو گئی تو آپ نے فرمایا "آج تمہارے لئے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں، اہل عوالی میں سے جو شخص جمعہ پڑھنا چاہتا ہے وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہتا ہے اس کو واپسی کی اجازت ہے" اس سے بھی لدھیانوی صاحب نے استدلال کیا ہے۔

حالانکہ اس میں صاف موجود ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج تمہارے لئے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں" ان الفاظ سے واضح ہے کہ سب پر جمعہ فرض ہے لیکن اس موقع پر اللہ نے رخصت دی ہے اس رخصت سے فائدہ اٹھانے والے فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا اس سے یہ استنباط کرنا کہ اہل بادیہ پر جمعہ نہیں تقلیدی ذہن کا پیدا کردہ ہے۔

اس کے بعد مولانا لدھیانوی صاحب نے مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ سے کچھ آثار نقل کئے ہیں۔ لیکن اوّلاً تو یہ وہ آثار ہیں جن کی صحت ہی مشکوک ہے لیکن صحیح ثابت ہونے پر بھی قرآن کی آیت اور صحیح حدیث کے مقابل میں کس طرح کھڑے ہو سکیں گے۔ پھر ایک معمولی ذہن کا انسان بھی ان کے متون پر غور کرے گا تو دیکھے گا کہ یہ ایک دوسرے کی تکذیب کر رہے ہیں۔ مثلاً مدینہ اور مدائن و مصر جامع ان تینوں کو دیکھئے اور فقہ حنفی سے مصر جامع کی تعریف لا کر ہر ایک پر چسپاں کر کے دیکھو کہ ان میں سے کون مصر جامع کی تعریف میں آتا ہے خود فقہاء احناف مصر جامع کی تعریف میں ایک دوسرے کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا احناف کو میرا ہمدردانہ مشورہ ہے کہ وہ ان فقہی موشگافیوں کو چھوڑ کر کتاب و سنت کی طرف آجائیں۔ واللہ ھو الموفق۔

حنفی | صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس بصرے سے چھ میل زاویہ میں قیام پذیر تھے۔ کبھی جمعہ کے لئے بصرہ تشریف لاتے کبھی نہیں۔ (ص ۲۴۰)

اہلحدیث | حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے تو واضح ہوگا کہ حضرت انسؓ کبھی اپنے قصر ہی میں احباب کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور کبھی نہیں یعنی شہر میں چلے جاتے۔ لہٰذا اس سے جمعہ کی نفی پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت انسؓ کا یہ واقعہ اس وقت کا ہو جب وہ ضعیفی کے دور میں تھے اور روزہ بھی نہیں رکھ سکتے تھے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وہ روزے کے بدلے ایک مسکین کا کھانا دیا کرتے تھے تو ایسی حالت میں جب کچھ تقویت محسوس کرتے ہوں گے تو جمعہ کی نماز پڑھاتے اور جب کمزوری محسوس کرتے نہیں پڑھاتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حنفی | صحیح بخاری میں حضرت عطاء کا قول ہے کہ جمعہ "قریۂ جامعہ" میں ہوتا ہے اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ قریۂ جامعہ وہ ہے جس میں امیر ہو، قاضی ہو، جیسے جدہ اور طائف۔

اہل حدیث | حضرت عطاء کے اس قول سے تو ہند و پاک میں ملک سعودی عرب کو چھوڑ کر دنیا میں اس وقت کسی جگہ جمعہ جائز نہیں کیونکہ کسی جگہ بھی اسلامی شریعت نافذ نہیں۔ لہٰذا جو لوگ سعودی عرب کے علاوہ دوسرے ملکوں میں جمعہ پڑھتے ہیں جمعہ تو ہوتا نہیں اس لئے ان پر ظہر کے ترک کا گناہ عائد ہوتا ہے۔ احناف اس پر غور کریں۔

حنفی | حضرت اسعد بن زرارہ اور ان کے رفقاء نے جہاں جمعہ پڑھا تھا وہ دیہات نہیں تھا بلکہ مدینہ طیبہ سے ملحق جگہ تھی۔ لہٰذا اسے گاؤں کہنا صحیح بخاری کی مخالفت ہے۔ (ص ۲۴۰)

اہلحدیث | جن آثار پر آپ حضرات نے تکیہ و بھروسہ کیا ہے وہ صحیح بھی ہوں تو ان پر عمل کر کے کوئی شخص اپنی کامیابی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ البتہ قرآن و حدیث پر عمل ہو تو کامیابی کی ضمانت مل سکتی ہے۔ مدینہ طیبہ اور جہاں اسعد بن زرارہ نے [illegible] چھوٹی بستی تھی بعض آثار ہونے کی وجہ سے شہر یعنی مصر جامع کی تعریف میں نہیں آ جاتا۔

فقہ حنفی میں جو مصر جامع پر اختلافات درج ہیں [illegible] شہر [illegible] کسی نے کسی بستی کو مصر جامع کی تعریف میں

داخل نہیں کیا ہے۔

صحیح بخاری کی مخالفت تو ناسمجھی کی وجہ سے ہوگی۔ اگر کوئی شخص صحیح بخاری کو سمجھنے کی لیاقت سے محروم نہیں ہے۔ تو وہ کبھی ایسی باتیں نہیں کہے گا۔

خاتمہ۔ تمام مسلمانوں پر نماز جمعہ فرض ہے اس پر قرآن کریم کی آیت (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ الی۔ لعلکم تفلحون) دال ہے۔ اس آیت میں خطاب عام ہے۔ شہری دیہاتی کی قید نہیں۔

اس آیت کریمہ کے ساتھ حدیث نبوی "اَلْجُمُعَةُ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً، عَبْدٌ مَمْلُوْكٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَرِیْضٌ" رواہ ابوداؤد والحاکم وغیرہما۔ کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے حکم سے صرف غلام، عورت، بچے اور مریضوں کو مستثنیٰ کیا ہے ان کے علاوہ سب پر نماز جمعہ فرض ہے۔ یہاں ایک بات اور واضح ہے کہ بعض روایتوں میں ان چار کے علاوہ مسافر کو بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس روایت پر ناقدین حدیث نے کلام کیا ہے۔ پھر بھی اگر ہم اسے تسلیم کر لیں تو حسب ذیل اشخاص ہوں گے، زرخرید غلام، عورت، نابالغ بچہ، مریض، مسافر۔ بس اس کے علاوہ کسی صحیح مرفوع روایت سے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ دیہاتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمایا ہو۔ لہٰذا علمائے احناف کو چاہیئے کہ فقہی موشگافیوں کو چھوڑ کے بجائے فریضہ جمعہ کو ہر جگہ نافذ کرنے میں تعاون کریں۔ اور اللہ و رسول کی فرمانبرداری کے لئے کوشاں رہیں۔

طوالت کا خیال نہ ہوتا تو میں احادیث و آثار اور صلحائے امت سے اس کی فرضیت پر مزید شواہد پیش کرتا۔ لیکن ایمان کے لئے مذکورہ دلائل ہی کافی ہیں۔

والسلام علی خیر الختام۔ ولله الحمد اولا و آخرا

وصلی الله علی النبی محمد وعلی آله وصحبه وسلم۔

بقیہ: مولانا عبدالرحمٰن کا انتقال

فرید ٹاؤن ساہیوال میں ایک وسیع قطعۂ زمین پر عظیم الشان مسجد اہل حدیث اپنی خاص نگرانی اور کوششوں سے تعمیر کروائی جو اس وقت اہل توحید کا ایک اہم مرکز ہے۔

مولانا مرحوم کی وفات جہاں جمعیت اہلحدیث فرید ٹاؤن ساہیوال اور دیگر لواحقین کے لئے یک سانحہ عظیم ہے وہاں ادارہ الاعتصام کے لئے بھی سخت حزن و ملال کا باعث ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالرحمٰن مرحوم کی حسنات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقامات سے نوازے۔ آمین۔ ادارہ الاعتصام مرحوم کے پسماندگان میاں عبدالعزیز کراچی (بھائی)، چوہدری عبدالعزیز (لاہور) داماد، اور صاحبزادے حافظ عبدالحمید صاحب وغیرہم کے اس صدمے میں شریک اور سب کے لئے دعا گو ہے۔

جلسہ "خواتین کانفرنس" فیصل آباد

از چوہدری عبدالعلی زاہد معتمد بیرونی امور مدرسہ سلفیہ للبنات

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ • إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

فیصل آباد شہر میں ۲ اپریل ۲۰۰۲ء کو ہونے والی خواتین کانفرنس کیا ہے؟ آئیے ہم آپ کو بتائیں!

—— کانفرنس کا موضوع "اسلام میں خواتین کا مقام اور ان کے حقوق و فرائض" ہوگا۔

—— یہ کانفرنس مدرسہ سلفیہ للبنات فیصل آباد کے اٹھارویں سالانہ اجتماع عام کی اختتامی نشست میں نماز عصر کے بعد ہوگی۔

—— یہ کانفرنس دراصل اس بات کا اظہار ہوگی کہ پاکستان کی خواتین اسلامی عقائد اور اصولوں پر مکمل یقین رکھتی ہیں اور انہیں اپنے لئے باعث فخر و ناز گردانتی ہیں کیونکہ یہی وہ قوانین ہیں جنہوں نے اسلامی معاشرے میں ان کو اعلیٰ و ارفع مقام عطا کیا ہے اور انہیں بیٹی، بہن، بیوی، ماں غرض ہر روپ اور صورت میں انتہائی قابل احترام ٹھہرایا ہے۔

—— "خواتین کانفرنس" میں حسب روایت چند تقاریر ہی نہیں ہونگی بلکہ نہایت غور و فکر کے بعد اسلام میں خواتین کے مقام کا جائزہ لیا جائے گا، اور ان کے حقوق و فرائض کا تعین کیا جائے گا جو لیکچرز، مقالات و منظومات، سفارشات اور قراردادوں کی صورت میں ایسی خواتین رہنمائی کریں گی جن کی اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلی ہے اور انہیں پھیلانے میں تندہی سے مصروف ہیں اور جو اسلامی علوم کا فہم و ادراک رکھتی ہیں۔

—— اس کانفرنس میں ملک بھر سے جمع ہونے والی ہزاروں خواتین اپنے اس عزم کا اعادہ کریں گی کہ وہ اسلامی نظام زندگی کے قیام کے لئے اپنی مقدور بھر صلاحیتیں اور بساط بھر قوتیں صرف کر دیں گی۔ خود بنیان مرصوص بن کر جہاں اپنی بہنوں کو صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگیں گی۔ وہیں خود بھی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا جہان کے سامنے سرخرو ہوں گی۔

—— کانفرنس میں شریک ہزاروں خواتین ملک میں موجود ایسے لادین عناصر کی شدید مذمت کریں گی جو وکلاء، طلباء اور مزدوروں کے بعد اب خواتین میں گھس آئے ہیں اور انہیں اسلامی احکامات کے خلاف میدان عمل میں لے آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حوا کی بیٹی رنگ برنگے جوڑے میں ملبوس اور اساس کی حالت میں مغربی خواتین کی پیروی کرے جو پرکشش بننے کے لئے اپنے لباس کو خیرباد کہہ کر بالکل برہنہ ہوگئی ہے جو چاہتے ہیں کہ پاکستان کی خواتین بے حیائی و بے پردگی اور آزادی نسواں کو اپنا شعار بنا لیں اور ملت مسلمہ کی ایک فرد کے بجائے مغرب کی نقالی میں جدید عورت ہونے پر فخر کریں۔

—— کانفرنس میں شریک خواتین اس مٹھی بھر گروہ کی شدید ترین مذمت کریں گی جو اسلامی احکامات کو "ناانصافی، ظلم، دشمنی عورت، عورت کی توہین" جیسے مقامات سے تعبیر کرتے ہیں اور بتائیں گی کہ پاکستان کی کروڑوں خواتین کی نمائندہ کہلانے والے یہ شعائر کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہیں۔

—— کانفرنس کی ہزاروں مندوبین اس گروہ کا پردہ چاک کر دیں گی کہ وہ چاہے ترقی پسند خاتون کے روپ میں آئیں، پروفیسر کی حیثیت سے آئیں، مساوات مرد و زن کا نعرہ بلند کریں، حقوق نسواں کا آوازہ بلند کریں، ناانصافی و ناممکن مقدمات لائیں، خاتون ہونے کا ڈھنڈورا پیٹیں اور چاہے وہ کسی بھی روپ میں آئیں، اسلام پسند خواتین ان کی ہر حرکت اور ان کے مکر و جال لیں گی، پہچان لیں گی، اور ان کی راہ میں کانٹے بن کر یہ ثابت کریں گی کہ پاکستان کی مسلم خواتین ہرگز نہیں کہ وہ حقوق کے نام پر اور مساوات کے نام پر وہ کسی اور سرے نہ دیں۔

تبصرہ کتب

حافظ صلاح الدین یوسف

سُنن ابوداؤد شریف (مترجم)

ترجمہ و فوائد: مولانا وحید الزمان حیدر آبادی
بڑا سائز، صفحات ۱۹۷۴، سفید عمدہ کاغذ
مجلد در سہ حصص۔ قیمت مکمل سیٹ ۲۷۰/-
ناشر: اسلامی اکادمی، ۱۷ اردو بازار، لاہور

صحیح احادیث کے چھ مجموعے بڑے مشہور، مقبول اور عوام و خواص میں متداول ہیں جنہیں "صحاح ستہ" کہا جاتا ہے انہی چھ کتابوں میں سے ایک اہم کتاب زیر تبصرہ مجموعۂ احادیث ہے جو سُنن ابوداؤد کے نام سے معروف ہے۔

نواب وحید الزمان حیدر آبادی اور نواب صدیق حسن خان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں کہ آج سے ایک صدی قبل ان دونوں میں سے ایک (نواب صدیق حسن خان) کے تعاون و امداد سے اور دوسرے (نواب وحید الزمان) کی کوششوں سے صحاح ستہ کو سب سے پہلے اردو کے قالب میں ڈھالا گیا، جامع ترمذی کا اردو ترجمہ "جائزۃ الشعوذی" کے نام سے مولانا وحید الزمان کے بھائی مولانا بدیع الزمان نے کیا تھا، باقی پانچ کتابوں (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور ابوداؤد) کا ترجمہ مع توضیحی فوائد مولانا وحید الزمان مرحوم نے کیا تھا۔ زیر تبصرہ کتاب بھی انہی میں سے ایک ہے۔ اس کا پورا نام مولانا مرحوم نے رکھا تھا "الھدی المحمود ترجمہ سُنن ابی داؤد"۔

اسلامی اکادمی کے ناظم و مالک جناب منصور احمد صاحب نے اب احادیث کی کتابوں کے تراجم کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ یہ اس سلسلے کی دوسری کڑی ہے، اس سے قبل وہ "کشف المغطا، ترجمہ و شرح موطا" شائع کر چکے ہیں، اسی طرح ان کا عزم ہے کہ تمام تراجم صحاح ستہ نئے انداز سے شائع کئے جائیں، اللہ تعالیٰ ان کے اس عزم کو پورا فرمائے اور انہیں زیادہ سے زیادہ دین و علم کی خدمت کی توفیق سے نوازے۔

یہ کتاب بھی انہوں نے نئی کتابت اور تصحیح کا اہتمام کر کے شائع کی ہے۔ کاغذ اور کتابت کا معیار بھی اچھا ہے تاہم کتابت کا معیار مزید اچھا کرنے کی ضرورت ہے۔

آغاز کتاب میں مولانا وحید الزمان مرحوم کے مختصر حالات حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ کے قلم سے ہیں۔ اور امام ابوداؤد کے حالات اور سُنن ابوداؤد کی اہمیت وغیرہ پر بھی ایک مفید مقالہ شامل اشاعت ہے، جس میں سُنن ابوداؤد کے انداز تالیف اور اس کی شرائط نیز اس کی دیگر کتب حدیث کے مقابلے میں امتیازی خصوصیات وغیرہ کی ضروری تفصیل آگئی ہے۔ یہ مقالہ خاصا مفید اور معلوماتی ہے۔

مترجم مرحوم نے بڑی محنت اور کاوش سے احادیث کا نہ صرف ترجمہ کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ تشریحی فوائد بھی تحریر فرمائے ہیں جس سے احادیث کا مفہوم و مطلب بھی بآسانی واضح ہو جاتا ہے۔ اور اگر کہیں بظاہر احادیث میں تعارض ہو تو اس کی بھی مناسب توجیہ و توضیح کر دی گئی ہے اور سب سے بڑی خوبی اس تشریح اور جمع و تطبیق کی یہ ہے کہ اس میں نصوص کی برتری اور تقدس کو ملحوظ رکھا گیا ہے جب کہ بعض علمائے مقلدین کی طرح اپنے مخصوص اور تقلیدی مذہب کے اثبات کے لئے احادیث کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی سعی نہیں کی گئی ہے۔ یوں یہ ترجمہ عوام و خواص دونوں کے لئے یکساں مفید اور اہم ہے جزاہ اللہ عن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

آج کل اسلامی قانون کے نفاذ کا غلغلہ بلند ہے اور قاضی عدالتوں کے قیام کا چرچا ہے، ان حالات میں کتب احادیث کے صحیح تراجم اور محدثانہ تشریح و توضیح کی بڑی ضرورت ہے اس لئے اس ترجمے کی نئے سرے سے اشاعت وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشرین کی اس دینی و علمی خدمت کو قبول فرمائے اور اسے قبولیت عامہ سے نوازے۔

بقیہ: معیارِ حق (درسِ قرآن)

چیز اس پر پوری اترے وہ حق ہے خواہ اس کی توضیح کسی بھی طرح ہو۔ انسان کی یہ بدبختی ہوگی کہ اپنے پیمانوں سے اس کے کلام و بیان کو ناپے اور اس کے حسن و قبح کا فیصلہ کرے۔

کفار کو حق پرستی کی راہ میں یہ مشکل درپیش تھی اور ان کا یہ بھی اعتراض تھا کہ یہ کیا قرآن میں مکھی، مکڑی کا ذکر آتا ہے۔ اور اس کی تمثیل بیان کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے یہ ان کے پیمانہ اخذ و قبول حسن و قبح کی آواز تھی۔ انہوں نے صرف اسے کی آواز سنی اور معیارِ حق کی آواز نہ سنی اس لئے فاسق ٹھہرے اور گمراہ ہوئے۔ اگر وہ معیارِ حق کی آواز سنتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ مکڑی اور مکھی کی تمثیل بہت بڑی صداقت کی تشریح کر رہی ہے جو ان کی نگاہوں سے اوجھل تھی۔

کفار کے اس اعتراض کے سیاق میں ان شرعی فروعات کو بھی دیکھ لینا چاہیئے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہیں۔ صدیوں کے فقہی تعصبات یا عصری اقلیتوں نے کچھ لوگوں کے لئے اخذ و ترک کا ایسا پیمانہ ڈھال دیا ہے کہ ان کے برتنے کے بعد بہت سے سنن "فروعات" کا نام پاکر بے وقعت ہو گئے ہیں، "ان پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، انہیں چھوڑ دینا چاہیئے بلکہ روشن خیالی" نے بہت سی اقسام شرک و بدعات کو بھی فروعات کا نام دے دیا ہے۔ ظاہر ہے یہ سب انسانی کمزوری سے بنے ہوئے پیمانوں کی کرشمہ سازیاں ہیں ورنہ حق تو یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہر چھوٹی بڑی چیز ہمارے لئے تزکیہ و ہدایت تقویٰ و طہارت کا ذریعہ ہے۔ انہیں ہم کو بڑے محبت و ولولے سے قبول کرنا چاہیئے۔ ان کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف حتی المقدور شریعت کی ہر بات پر عمل کرتے تھے۔ ان کے یہاں اصل و فرع کی مروجہ تفریق نہ تھی۔ اصل یہ ہے کہ صدیوں کی ذہنی ساخت کے اندر یہ چیزیں فٹ نہیں ہوتی ہیں یا اپنی کوتاہی عمل کو چھپانے کے لئے انہیں فروعات کا نام دیکر ان سے پیچھا چھڑایا جاتا ہے۔

آیت کے سیاق میں شریعت کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو حق سمجھنا ضروری ہے اور اس پر کاربند ہونا ضروری ہے اسی صورت میں ہدایت کی توفیق مل سکتی ہے اور یہی مومنین کا شیوہ ہے اور ان کے اندر چھوٹی بڑی کی تفریق پیدا کرکے ان سے روگردانی کرنا باعث ضلالت ہے اور نافرمانوں کا شیوہ۔

اطلاعات و اعلانات

تربیتی اجتماع

جامعہ ابی بکر الاسلامیہ میں ۲۲، ۲۳، ۲۴ مارچ ۱۹۸۴ء بروز جمعرات، جمعہ، ہفتہ

شاہ شہید بالاکوٹ تربیتی اجتماع منعقد ہو رہا ہے (شعبہ دعوت و تبلیغ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی)

یک روزہ سیرت کانفرنس

مدرسہ حفظ القرآن و احیاء السنۃ

منڈی رجانہ کے زیر اہتمام یک روزہ سیرت کانفرنس ۲۵ مارچ ۱۹۸۴ء بروز اتوار منعقد ہو رہی ہے جس میں ملک کے مایہ ناز علماء کرام شرکت فرما رہے ہیں (داعین جمعیت اہل حدیث منڈی رجانہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

سالانہ جلسہ تقسیم اسناد و انعامی تقریری مقابلہ

دارالحدیث اوکاڑہ کا تیسواں سالانہ جلسہ ۲ اپریل بروز سوموار بعد نماز عشاء مدرسہ کے عظیم صحن میں اپنی سابقہ روایات کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے جس میں جید علماء کرام خطاب فرمائیں گے۔ نیز دینی اداروں اور کالجوں کے طلباء کا انعامی تقریری مقابلہ ہوگا۔ اول، دوم، سوم کو تین صد، دو صد، یک صد روپے بالترتیب انعام دیا جائے گا۔ (عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث اوکاڑہ)

قرارداد تعزیت

• جمعیت اہلحدیث فرید ٹاؤن ساہیوال کا یہ اجلاس چوہدری عبدالرحمن صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر و سابق ناظم اعلیٰ جامع مسجد قدس فرید ٹاؤن ساہیوال کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم ۲۹ فروری ۱۹۸۴ء بروز منگل بعد نماز مغرب رحلت فرما گئے تھے۔ مرحوم بڑے متقی اور سلفی العقیدہ تھے۔ مرحوم نے [illegible] کے ساتھ امور کی بڑھ چڑھ کر خدمت کی۔ وہ مسجد مبارک اہل حدیث پاکپتن اور مسجد قدس اہلحدیث فرید ٹاؤن ساہیوال کے بانی تھے۔

رب العزت سے دعا ہے کہ مرحوم کی لغزشوں کو معاف فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے نوازے۔ اور لواحقین خصوصاً ان کے بیٹے حافظ عبدالمجید ظہیر صاحب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے (محمد رفیق عادل ناظم جمعیت اہل حدیث فرید ٹاؤن ساہیوال)

دعائے مغفرت کی اپیل

عبدالرشید رفیقی کے ماموں مولوی محمد اسماعیل

مورخہ ۵ مارچ کو وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین ان کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں (حافظ نذیر احمد خطیب جامع مسجد اہل حدیث چوک شہیداں ملتان)

انتخاب تنظیم طلبہ دارالعلوم حیات المسلمین

(۱) امیر حلقہ دیر: جناب محمد انور جلالی (۲) ناظم نشر و اشاعت: عبدالبصیر۔ (۳) ناظم بیت المال: عبدالحق

• ناظم ضلع مردان حضرت اللہ سلفی نے مختلف مقامات کا دورہ کیا اور کتاب و سنت کی تبلیغ فرمائی (عبدالبصیر مجاہد ناظم نشر و اشاعت)

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع جہلم کا انتخاب

۱۔ صدر: حافظ عبدالغفور صاحب جہلم (نائب پانچ حضرات)
۲۔ جنرل سیکرٹری: چوہدری فضل الٰہی تاجپوری (نائب ۴ حضرات)
۳۔ خزانچی: شیخ دلدار حسین نیر صاحب جہلم
۴۔ سیکرٹری اطلاعات: چوہدری محمد انور پاشا صاحب جہلم
(مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع جہلم)

احباب اہل حدیث کانفرنس ماموں کانجن کی تاریخیں یاد رکھیں یعنی ۶، ۷، ۸ اپریل ۱۹۸۴ء

بقیہ :۔ خاتون کانفرنس

کانفرنس کی شرکاء اس بات کا اظہار کریں گی کہ انہیں پاکستان میں صرف اور صرف اسلامی نظام کا قیام و نفاذ مطلوب ہے جو صحیح اسلامی اصولوں پر بنایا گیا ہو۔

کانفرنس میں ایسے قومی مسائل پر قرارداد بھی پیش کی جائیں گی جن سے براہ راست خواتین کو سامنا ہے اور ان کے ایسے حقوق پر زد پڑتی ہے جن کا حقدار انہیں اسلام ٹھہراتا ہے۔

کانفرنس میں شریک چار ہزار سے زائد خواتین موجودہ حکومت کو مجبور کر دیں گی کہ اگر وہ اسلام کے نفاذ کی دعویدار ہے تو اس کے نفاذ کو اپنا اولین مقصد بنائے ورنہ اسلام کے نام کو استعمال کر کے اسلام کا استحصال نہ کرے۔

خاتون کانفرنس کی شرکاء ببانگ دہل اعلان کریں گی کہ اس مملکت میں اسلامی نظام کے سوا کسی دوسرے ازم کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ مملکت اسلام کے نام پر اور اسلام کے لئے معرض وجود میں آئی ہے۔ کانفرنس کی قراردادیں منشور بین کی تائید کے ساتھ ایسی سفارشات پیش کی جائیں گی جن پر عمل سے نہ صرف معاشرے میں موجود غیر اسلامی افکار و کردار کے حامل عناصر ختم ہوں گے بلکہ معاشرہ بھی اس منزل کی جانب گامزن ہو سکے گا جسے ازل سے اسلامی معاشرے کا مقصود رکھا گیا ہے۔

رسید بک کی گمشدگی

جامعہ کمالیہ دار الحدیث رجسٹرڈ راجووال ضلع اوکاڑہ کی رسید بک نمبر ۹ (نمبر ۱ تا ۱۰۰) گم ہو گئی ہے جس صاحب کو رسید بک ملے فوری طور پر اطلاع دے۔ ہم ممنون ہوں گے۔ نیز کوئی سفیر گم شدہ رسید بک سے چندہ وصول کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ چندہ دینے والے حضرات مذکورہ نمبروں پر رسید جاری کرنے والے کی اطلاع دیں۔ (عبداللہ سلیم جامعہ کمالیہ دار الحدیث راجووال ڈاکخانہ خاص ضلع اوکاڑہ)

بس ذرا گلا خراب ہے
گلے کی خرابی اور خراش کو معمولی بات سمجھ کر نظر انداز نہ کیجیے
یہ بجائے خود ایک مرض ہے اور نزلہ، زکام اور کھانسی جیسی پریشان کن
اور تکلیف دہ بیماریوں کا پیش خیمہ بھی۔
گلے میں خراش محسوس ہو تو فوری توجہ دیجیے۔ مناسب احتیاط
برتئے اور سعالین لیجیے۔ جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ سعالین نزلہ، زکام
اور کھانسی کا مفید علاج بھی ہے اور ان سے بچاؤ کی تدبیر بھی۔
سُعالین
SUALIN
نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
نزلو
عفوو درگذر
بہترین انتقام ہے
ADARTS

ضرورت خطیب و امام

سلفی العقیدہ خطیب مولانا محمد بشیر کاظم (گوجرانوالہ) آج کل فارغ ہیں۔ خطیب و امام کے متلاشی حضرات ذیل کے پتہ پر رابطہ فرمائیں۔

(محمد طفیل دکاندار زاہد کالونی شریف پورہ۔ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ)

مفت طلب کریں

کتابچہ " القول المطیب فی تاریخ مذہب اہل حدیث " تالیف علامہ ابو الفیض محمد فیض الرشید ملتانی رحمہ کا اردو ترجمہ عربی متن کے ساتھ شائع ہو گیا ہے۔

ایک روپیہ فی کتابچہ کے حساب سے یا ۲۰ پیسے والے ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

(ملک عبد الصبور رحمتہ ناظم اعلیٰ ادارہ عالم اسلامی دعوۃ السلفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

....

WEEKLY AL-AITISAM LAHORE R.L No 5523